سُوْرَةُ الْاَنْعَام کی تفسیر

Lesson 4: Al-An'aam (Ayaat 60 - 73): Day 13

آیت 68 سے تفسیر دیکھیں گے؛

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۭ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٦٨﴾

اور جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں کے بارے میں فضول باتیں کر رہے ہوں تو ان سے الگ ہو جاؤ یہاں تک کہ اور باتوں میں مصروف ہو جائیں۔ اور اگر (یہ بات) شیطان تمہیں بھلا دے تو یاد آنے پر ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو ﴿٦٨﴾

جب انسان اللہ کے دین کی طرف آجاتا ہے۔ تو اُسے باطل کی اُن ساری چیزوں سے محبت کم ہو جاتی ہے۔ جس سے اسلام اور دین میں حرج ہو۔ اللہ نے عمومی اُصول دے دیا۔ کہ جہاں اس طرح کی غلط باتیں ہو رہی ہوں تو آپ وہاں سے اُٹھ جائیں۔

يَخُوْضُوْنَ: لفظ حوض سے ہے۔ swimming pool, جب انسان گہرائی میں جاتا ہے تو وہ سب باتیں جن کو آپ گپ شپ, Chit chat, Gossip. کہہ سکتے ہیں۔ جملے کسنا۔ ان سب سے پرہیز کرنا

دینی معنی لیں تو وہ سب باتیں، دین پر تنقید کرنا، بلاوجہ کی بحث کرنا، یہ کیوں حرام، ایسے کیوں حکم دیا گیا، داڑھی کا مذاق، اسلام میں حوروں کے نام لے کر غلط بات کرنا۔ ایسی تمام باتوں سے اپنے آپ کو دُور رکھیں۔

ایک ایمان والا پاکیزہ دِل و دماغ کا مالک ہوتا ہے۔ وہ اچھی سوچ رکھتا ہے، آپ محفلوں میں بلاوجہ کے طنز و مزاح سے پرہیز کریں۔ وہ دین سے محبت کرتا ہے۔ بعض اوقات جب کوئی اس طرح کی محفلوں میں بیٹھتا ہے تو دینی باتوں کو مذاق بنتے دیکھ کر دِل میں دین کی وہ قدر نہیں رہتی یا انسان کا ذہن ایسی باتیں سوچنے لگتا ہے جو اُس کے عمل یا عقیدے کو خراب کر سکتی ہیں۔

صحبت کا اَثر انسان پر ضرور ہوتا ہے۔ جو لوگ دین اسلام اور مسلمان کا مذاق اُڑاتے ہیں۔ اگر انسان ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھے گا تو اُس پر بھی ضرور اَثر ہو گا۔

اب ایسے گروہ مسلمانوں میں بھی نظر آتے ہیں جو دین اسلام پر تنقید کرتے ہیں۔ لیکن آج کل خاص طور پر میڈیا پر ایسی باتیں نظر آتی ہیں۔ کبھی خبروں کے ذریعے اور کبھی ڈراموں کے ذریعے۔ کبھی بحث کے بہانے سے۔

بچوں کی گیمز کا خاص طور پر خیال رکھیں کہ ایسی گیمز نہ کھیلیں جن میں داڑھی کا مذاق بنایا گیا ہو یا دوسری غیر اسلامی باتیں جیسے ہم جنس پرستی نہ ہو۔

فَأَعْرِضْ: اعراض کریں؛ لوگوں کو نہ چھوڑیں۔ بلکہ وہاں سے خود اُٹھ جائیں۔ اگر وہاں سے جانا مشکل ہو تو وہاں سے اپنی دل چسپی ختم کر لیں۔ اپنے آپ کو کسی اور چیز میں مصروف کر لیں۔

اس سے اسلام کی قدر بھی بڑھے گی اور آپ کی بھی عزت اور وقار میں اضافہ ہو گا۔

آپ کا رہن سہن اور بول چال سے پتا چلنا چاہیئے کہ آپ مسلمان ہیں۔ یہ نہیں کہ سب میں گھل مل کر وہی کچھ کر رہے ہیں جو باقی سب کر رہے ہیں۔

اب اگر بھول جائیں تو پھر جان بوجھ کر معصوم بن کر وہاں نہ بیٹھے رہیں بلکہ اُٹھ جائیں۔ بھول چوک معاف ہے۔

اس آیت میں گو فرمان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے لیکن حکم عام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ہر شخص پر حرام ہے کہ وہ ایسی مجلس میں یا ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھے جو اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرتے ہوں ان کے معنیٰ الٹ پلٹ کرتے ہوں اور ان کی بے جا تاویلیں کرتے ہوں، اگر بالفرض کوئی شخص بھولے سے ان میں بیٹھ بھی جائے تو یاد آنے کے بعد ایسے ظالموں کے پاس بیٹھنا ممنوع ہے حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کو خطا اور بھول سے درگزر فرمالیا ہے اور ان کاموں سے بھی جو اُن سے زبردستی مجبور کر کے کرائے جائیں۔ (ابن ماجہ)

اگر آپ نے پچھلی زندگی میں اللہ کی نافرمانی کے کام کئیے ہیں تو اُن کو یاد کر کے اَب آہیں نہ بھریں کہ ہم تو یہ کرتے تھے۔ بلکہ اُن کا ذِکر نہ کریں اور اگر یاد آجائیں تو دِل میں شرمندہ ہوں۔

وَمَا عَلَى الَّذِينَ يَتَّقُونَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿٦٩﴾

اور پرہیز گاروں پر ان لوگوں کے حساب کی کچھ بھی جواب دہی نہیں ہاں نصیحت تاکہ وہ بھی پرہیز گار ہوں ﴿٦٩﴾

آپ تو وہاں سے اُٹھ جائیں۔ اب اگر آپ کے پیچھے لوگ وہاں غیبت یا غلط کام میں مصروف رہیں۔ تو آپ پر کچھ گناہ نہیں ہے۔ وہ آپ کی ذمّہ داری نہیں ہیں۔

ایک شخص اگر کسی مجبوری کی وجہ سے کہیں بیٹھا ہے لیکن اُس محفل کو دِل سے بُرا سمجھ رہا ہے۔ اُس پر وبال نہیں ہو گا۔ لیکن جو محفل سے لطف اندوز تو ہو رہا ہے لیکن اوپر اوپر سے کہہ رہا ہے کہ چھوڑو یہ بات تو اُس کی نیت اُس کے ساتھ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تم ان کے ساتھ بیٹھے اور ان کی باتوں کو برداشت کر لیا تو تم بھی ان کی طرح ہی ہو۔ لیکن ایک شخص تو جو گناہ والی محفل سے دُور بیٹھا ہے لیکن کہتا ہے کاش میں بھی وہاں ہوتا تو گناہ میں حصّے دار بن جاتا ہے۔

مجبوری اور ناپسندیدگی سے بیٹھنے والے کو گناہ نہیں ملے گا۔

وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ
نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا
يُؤْخَذْ مِنْهَا ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌ
بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿٧٠﴾

اور جن لوگوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا رکھا ہے اور دنیا کی زندگی نے ان کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے ان سے کچھ کام نہ رکھو ہاں اس (قرآن) کے ذریعے سے نصیحت کرتے رہو تاکہ (قیامت کے دن) کوئی اپنے اعمال کی سزا میں ہلاکت میں نہ ڈالا جائے (اس روز) خدا کے سوا نہ تو کوئی اس کا دوست ہو گا اور نہ سفارش کرنے والا۔ اور اگر وہ ہر چیز (جو روئے زمین پر ہے بطور) معاوضہ دینا چاہے تو وہ اس سے قبول نہ ہو یہی لوگ ہیں کہ اپنے اعمال کے وبال میں ہلاکت میں ڈالے گئے ان کے لئے پینے کو کھولتا ہوا پانی اور دکھ دینے والا عذاب ہے اس لئے کہ کفر کرتے تھے ﴿٧٠﴾

وَذَكِّرْ بِهٖ : یعنی ہ کی ضمیر قرآن پاک کے لئے ہے۔

پہلا درجہ تو یہ ہے کہ کہیں برائی ہو رہی ہو تو اچھے طریقے سے، حکمت کے ساتھ سمجھائیں۔

اگلا درجہ ہے کہ آپ وہاں سے اُٹھ جائیں۔ ایسے لوگوں کے ساتھ وقت گُزارنا کم کر دیں۔

بالکل قطع تعلق نہ کریں۔ چھوڑیں نہ لیکن کم کر دیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ شروع میں سمجھانے کی کوشش کریں۔ اگر کہیں چلی جائیں اور وہاں دین کا مذاق اُڑایا جا رہا ہے تو پھر مناسب الفاظ کہہ کر آ جائیں۔ پھر لوگ آپ کو ایسی جگہوں پر بُلانا بھی کم کر دیں گے۔ اور دوسرا یہ کہ کہ نکاح کی تقریب کو سُنّت کہہ کر منایا جا رہا ہے لیکن وہاں سارے غیر شرعی کام ہو رہے ہیں تو آپ وہاں سے اُٹھ کر آ جائیں۔

لیکن اگر آپ کو معلوم ہے کہ وہاں مہندی اور اُبٹن کے نام پر ناچ گانا ہو گا تو آپ وہاں نہ جائیں۔

بعض اوقات لوگ کبھی چلے جاتے ہیں کبھی نہیں جاتے تو پھر یہ مناسب نہیں ہے۔ یہ دوغلی چال اللہ کو پسند نہیں۔

پھر نصیحت کیسے کریں؟

بیج بھی موسم پر ڈالیں گے تو پھر اُگتے ہیں۔ اس لئے یہ نہیں کہ ہر موقع پر وعظ و نصیحت شروع کر دیں۔ موقع محل دیکھ کر مناسب الفاظ اور حکمت سے بات سمجھائیں۔ بعض اوقات ناسمجھی سے موقع بے موقع لیکچر دینا، تنقید کرنا اور اُٹھتے بیٹھتے احادیث سُنا کر لوگوں کو دین سے دُور کر دیا جاتا ہے۔

لوگوں کو قرآن سے جوڑ دیں۔ تفسیر سُننے کی دعوت دیں۔

تُبْسَلَ: ب س ل: اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا۔ اُبْسِلُوْا: مجہول ہے۔یعنی ان کو گرایا جائے گا۔ دُنیا کے بُرے اعمال انسان کو دھکے مار کر جہنم میں لے جائینگے۔

یعنی ایسی غیر دینی محفلوں میں جاتے تھے۔لوگوں کو خوش کرتے تھے اور اللہ کو ناراض کرتے تھے۔

"۔اس لئے کہ کفر کرتے تھے۔"اس سے پتا چلتا ہے کہ کفر کے بھی درجے ہوتے ہیں۔اللہ کے حکم کو نہ ماننا بھی کفر ہے۔یعنی اللہ کے احکام کو پیچھے ڈالتے تھے۔جب انسان غلط کام کرتا ہے تو پھر اللہ کے حکم سے کفر ہے۔

ہم سب اپنا جائزہ لیں۔میری نظر میں اللہ کا کیا مقام ہے؟

جو چیز ہمارے لئے جتنی اہم ہو گی اُتنا ہی ہم اس کے لئے محنت کرتے ہیں۔جس سے جتنی محبت کرتے ہیں۔اُتنا ہی اُس کو خوش کرنے اور راضی دکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔اللہ سے راضی ہو جائیں اور اللہ کو راضی رکھیں۔

اگر کچھ مشکل لگتا ہے تو اللہ سے ہدایت کی دعائیں مانگیں۔

یہاں سے آخر تک سبق کا ایک ہی موضوع ہے۔اہلِ مکہ باپ دادا کے طریقوں پر جمے ہوئے تھے۔وہ کوشش کرتے تھے کہ مسلمان اسلام کو چھوڑ کر پرانے شرکیہ طریقے پر آجائیں۔

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ
كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ؕ
قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾

کہو۔ کیا ہم خدا کے سوا ایسی چیز کو پکاریں جو نہ ہمارا بھلا کر سکے نہ برا۔ اور جب ہم کو خدا نے سیدھا رستہ دکھا دیا تو (کیا) ہم الٹے پاؤں پھر جائیں؟ (پھر ہماری ایسی مثال ہو) جیسے کسی کو جنات نے جنگل میں بھلا دیا ہو (اور وہ) حیران (ہو رہا ہو) اور اس کے کچھ رفیق ہوں جو اس کو رستے کی طرف بلائیں کہ ہمارے پاس چلا آ۔ کہہ دو کہ رستہ تو وہی ہے جو خدا نے بتایا ہے۔ اور ہمیں تو یہ حکم ملا ہے کہ ہم خدائے رب العالمین کے فرمانبردار ہوں ﴿۷۱﴾

فرمایا جارہا ہے کہ ایک دیندار شخص مشرکوں کو جواب دے کہ ہم اب شرک نہیں کرینگے۔ تم چاہتے ہو کہ ہم دین اسلام چھوڑ کر دوبارہ غلط کام کرنے لگیں؟

آج بھی ایسے لوگ ہیں جو کبھی ترغیب سے اپنی طرف بلاتے ہیں۔ اور کبھی ڈر اور خوف سے۔ یعنی ہر ممکن طریقے سے کوشش کرتے ہیں کہ وہ خود بھی غلط کام کرتے رہیں اور معاشرے کے باقی لوگ بھی اُسی رنگ میں آ جائیں تو کوئی روک ٹوک نہ ہو۔ کوئی منع کرنے والا نہ ہو۔ ایسے لوگوں سے کیسے بات کرنی ہے؟

کہ ہمیں تو دین اسلام میں دنیا اور آخرت کے فائدے نظر آرہے ہیں۔ اُن سے کہو کہ ہم ایسے لوگوں کو یا ایسے بتوں کو کیوں پوجیں؟ جو نہ میرا کچھ بھلا کر سکتے ہیں اور نہ مجھے کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ ہم تو ہرگز غلط کاموں کی طرف نہیں آئینگے۔

الحمدُللہ مجھے اللہ نے ہدایت عطا کی ہے۔ اور ایسا وہی شخص کہے گا جو واقعی ہدایت پر ہے۔ کہ میں تو اللہ کا فرمانبردار ہی رہوں گا جو سب جہانوں کا مالک ہے۔

"۔۔(پھر ہماری ایسی مثال ہو) جیسے کسی کو جنات نے جنگل میں بھلا دیا ہو (اور وہ) حیران (ہو رہا ہو) اور اس کے کچھ رفیق ہوں جو اس کو رستے کی طرف بلائیں کہ ہمارے پاس چلا آ۔۔۔"

یعنی کوئی ایسا شخص، جن یا شیطان جب کسی کو راستے سے بھٹکا دیتا ہے تو وہ حیران کھڑا رہ جاتا ہے کہ یہ میرے ساتھ کیا ہو گیا ہے۔ بھٹک کر گمراہی میں کیوں آ گرا ہوں؟

اُس کے نیک ساتھی اپنی طرف بُلاتے ہیں کہ راہِ راست پر آ جاؤ۔ لیکن اُس کو کچھ سمجھ ہی نہیں آتی۔ کہ وہ اسے ہدایت کی طرف بلاتے ہیں پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ ضلالت ہو؟ «حَيْرَانَ» پر زبر حال ہونے کی وجہ سے ہے صحیح مطلب یہی ہے کہ اس کے ساتھی جو ہدایت پر ہیں اب اسے غلط راہ پر دیکھتے ہیں تو اس کی خیر خواہی کے لیے پکار پکار کر کہتے ہیں کہ ہمارے پاس آ جا سیدھا راستہ یہی ہے لیکن یہ بد نصیب ان کی بات پر اعتماد نہیں کرتا بلکہ توجہ تک نہیں کرتا، سچ تو یہ ہے کہ ہدایت اللہ کے قبضے میں ہے، وہ جسے راہ دکھائے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔

امام قرطبیؒ کہتے ہیں کہ اس سے مُراد اپنی خواہشوں کی پیروی کرنا بھی ہو سکتا ہے۔ کہ انسان اپنی نفس کو خوش کرنے میں لگا رہے اہے اور ہدایت پر نہیں آتا۔ انسان اپنی خواہشوں کی تکمیل کے لئے دیوانوں کی طرح بھاگتا ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں " یہ مثال اللہ تعالیٰ نے معبودان باطل کی طرف بلانے والوں کی بیان فرمائی ہے اور ان کی بھی جو اللہ کی طرف بلاتے ہیں، ایک شخص راستہ بھولتا ہے وہیں اس کے کان میں آواز آتی ہے کہ اے فلاں ادھر آ سیدھی راہ یہی ہے لیکن اس کے ساتھی جس غلط راستے پر

لگ گئے ہیں وہ اسے تھپکتے ہیں اور کہتے ہیں یہی راستہ صحیح ہے اسی پر چلا چل۔ اب اگر یہ سچے شخص کو مانے گا تو راہ راست لگ جائے گا ورنہ بھٹکتا پھرے گا"۔

(یااللہ ہمیں ایسے لوگوں میں شامل نہ کرنا۔ یااللہ ہم میں سے کوئی ایسا نہ ہو)۔ آمین

یہ کوئی لالچ، کوئی نوکری، کوئی عہدہ بھی ہو سکتا ہے۔ ہر وہ چیز جو ہمیں اللہ کے کلام قرآن پاک سے دُور لے جائے وہ یہی ہے۔

اسۡتَهۡوَتۡهُ: ہر وہ چیز جو ہدایت سے دُور لے جائے۔ اگر یونیورسٹی نہ جا سکی تو پھر کیا کروں گی۔ اگر نوکری نہ کی تو گزارہ کیسے ہو گا۔

یعنی کوئی سیدھا راستہ چھوڑ کر، اچھا بھلا ایک راستے پر جاتے جاتے شاہراہ سے اُتر گیا۔

يَّدۡعُوۡنَهٗۤ اِلَى الۡهُدَى ائۡتِنَا ؕ .. اُس کے ساتھیوں کو چاہیئے کہ اُس کو اپنی طرف بلاتے رہیں۔

پھر سیدی راہ تو صرف اللہ ہی سِکھا سکتا ہے۔ یعنی ہم کوشش کرتے رہیں۔

ہمیں تو یہی حکم کیا گیا ہے کہ اپنے آپ کو اللہ کے آگے جھکا دیں۔ پھر انسان دوسروں کی باتوں میں نہیں آتا۔

اب شیطانوں، خواہشِ نفس اور بُرے لوگوں سے کونسی چیزیں ہمیں محفوظ رکھیں گی؟

وَاَنۡ اَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوۡهُ ؕ وَهُوَ الَّذِىۡۤ اِلَيۡهِ تُحۡشَرُوۡنَ ﴿۷۲﴾ اور یہ (بھی) کہ نماز پڑھتے رہو اور اس سے ڈرتے رہو۔ اور وہی تو ہے جس کے پاس تم جمع کئے جاؤ گے ﴿۷۲﴾

نماز قائم کریں۔ اور اللہ سے ڈرتے رہیں۔ غرور نہ کرنے لگیں کہ میں تو نیک ہو گئی ہوں۔ اللہ سے دُعائیں مانگتے رہیں۔

اللہ سے مدد مانگیں۔ قرآن سے جڑ جائیں۔

بعض اوقات لوگ منصوبہ بندی تو کرتے رہتے ہیں۔ لیکن عملی طور پر کوشش نہیں کرتے۔ اس لئے نماز پڑھنی اور ہدایت کی دعائیں مانگنی ہیں۔ بعض اوقات لوگ پریشان ہو کر ڈیپریشن میں بھی چلے جاتے ہیں۔ جو لوگ دین سے دُور ہوتے ہیں وہ کسی مالی نقصان پر یا جانی نقصان پر ہسپتال پہنچ جاتے ہیں۔ جس کو اللہ پر بھروسہ ہو گا۔ وہ اپنے معاملات اللہ کے حوالے کرتا ہے اور سکون سے رہتا ہے۔ اور جس کے ہاتھ سے اللہ کی ہدایت چلی جاتی ہے تو وہ پھر بے سکون رہتا ہے کہ ذہنی دباؤ ہے۔

یاد رکھو کہ ایک دِن تو اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے۔ ہم سب کو لوٹ کر اللہ کے پاس ہی جانا ہے۔

يَّدۡعُوۡنَهٗۤ اِلَى الۡهُدَى ائۡتِنَا .. نیّت اور اِرادہ کریں کہ ہم نے اِن لوگوں میں سے بننا ہے۔ لوگوں کو خیر اور بھلائی کی طرف بُلانا ہے۔ اگر اُن کے نصیب میں ہوُا تو وہ ضرور ہدایت کی طرف آئینگے۔

ایسے لوگ بھی ہی جو نیک کام کرتے ہیں نماز پڑھتے ہیں۔ قران کے حافظ بن رہے ہوتے ہیں۔ لیکن شیطان اُن کو بھٹکانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کو دیکھیں تو یہی دعا کریں۔ جو ہمیں اللہ کے نبیؐ نے سکھائی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي عَافَانِي مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهِ وَفَضَّلَنِي عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيلًا لَمْ يُصِبْهُ ذٰلِكَ الْبَلَاءُ "

(تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے عافیت دی اس چیز سے جس میں تجھ کو مبتلا کیا، اور مجھے اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت بخشی)، تو وہ اس بلا اور مصیبت سے محفوظ رہے گا، چاہے کوئی بھی بلا اور مصیبت ہو۔

ہدایت سے بھٹک جانا بھی مصیبت ہے۔ آپ ہر دفعہ دیکھیں گے کہ کہیں بیماری ہے، کہیں پریشانی ہے۔ کہیں فساد ہے۔ ہر وقت اس دعا کو پڑھنے کی کوشش کریں کہ اللہ آپ کو ہر طرح کی مشکل سے محفوظ رکھے۔

آخر میں پھر اللہ کی قُدرت کا تذکرہ ہے؛

وَهُوَ الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَـقِّ‌ؕ وَيَوۡمَ يَقُوۡلُ كُنۡ فَيَكُوۡنُ ؕ‌ قَوۡلُهُ الۡحَـقُّ‌ ؕ وَلَهُ الۡمُلۡكُ يَوۡمَ يُنۡفَخُ فِى الصُّوۡرِ‌ ؕ عٰلِمُ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ‌ ؕ وَهُوَ الۡحَكِيۡمُ الۡخَبِيۡرُ ﴿۷۳﴾

اور وہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو تدبیر سے پیدا کیا ہے۔ اور جس دن وہ فرمائے گا کہ ہو جا تو (حشر برپا) ہو جائے گا۔ اس کا ارشاد برحق ہے۔ اور جس دن صور پھونکا جائے گا (اس دن) اسی کی بادشاہت ہو گی۔ وہی پوشیدہ اور ظاہر (سب) کا جاننے والا ہے اور وہی دانا اور خبردار ہے ﴿۷۳﴾

یعنی اللہ نے کوئی چیز بیکار پیدا نہیں کیا۔ اللہ نے ہر چیز کا کوئی نہ کوئی مقصد رکھا ہے۔

مثال: گِدھ جیسا بدصورت جانور دُنیا کے مرے ہوئے جانور کو کھا کر ختم کرتا ہے۔ اور ہماری فضا مرے ہوئے جانوروں کی آلودگی سے پاک رہتی ہے۔

نیویارک کے سائنسی تحقیق انسٹیٹیوٹ کی رپورٹ میں لکھا ہے: مصنف موریسن؛ زمین اپنے محور کے گِرد ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چکر کاٹ رہی ہے۔ اگر اس کی رفتار ایک سو میل فی گھنٹہ ہوتی تو ہمارے دِن اتنے لمبے ہوتے کہ سورج کی تپش تمام کھیتوں کو بھون کر رکھ دیتی۔ اور راتیں اتنی لمبی اور سرد ہوتیں کہ اگر زندگی کی کوئی رمق سورج کی تپش سے بچ جاتی تو سردی اُس کو منجمد کر کے رکھ دیتی۔ سورج کا درجۂ حرارت ہم تک اُتنا ہی پہنچتا ہے جو زندگی کے لئے ضروری ہے۔ (سوچیں کہ اگر سورج نزدیک یا دور ہوتا تو ہمارا کیا بنتا؟) سورج کا ہم سے فاصلہ انتہائی مناسب ہے۔ اس سے کم ہوتا تو جل کر راکھ ہو جاتے۔ زیادہ ہوتا تو سردی سے مر جاتے۔ سورج کا درجۂ حرارت 12000 سے کم یعنی 6000 ہوتا تو کرۂ زمین برف کے نیچے دَب جاتا۔

اور اگر سورج کا درجۂ حرارت 18000 ہوتا تو ہر چیز کو جلا کر راکھ کر دیتا۔ زمین کا جھکاؤ اپنے محور کی طرف 23 درجے ہے۔ اسی لئے تمام موسم مناسب وقت سے آتے ہیں۔ اگر جھکاؤ سمندر کی طرف ہوتا تو ساری کائنات پر برف باری اتنے زور سے ہوتی کہ ساری زمین برف سے ڈھک جاتی۔ اگر چاند کی دُوری زمین سے مناسب فاصلے پر نہ ہوتی۔ تو چاند کے قریب ہونے پر سمندر میں ایسے مدّوجزر آتے کہ پہاڑوں تک کو بہا کر لے جاتے۔ اگر زمین کی سطح موجودہ سطح سے صرف دس فُٹ موٹی ہوتی تو یہاں آکسیجن ہی نہ ہوتی اور کوئی جاندار زندہ نہ ہوتا۔ اگر سمندر تھوڑا اور گہرے ہوتے تو کاربن ڈائی آکسائیڈ نہ ہوتی اور زمین پر کوئی سبز پتّا تک نظر نہ آتا۔

یعنی ہر چیز کو تدبیر سے پیدا کیا گیا ہے۔ ان سب کا مالک اللہ ہے۔ اُس کو ہر چیز کی خبر ہے۔ اُس کے ہر فیصلے میں حکمت ہے۔

اس کائنات پر غور کریں۔ ہر چیز کے پیچھے ایک سسٹم ہے۔ اللہ ہر چیز پر کنٹرول رکھتا ہے۔

ایک دِن وہ کہے گا کہ ہو جا تو وہ ہو جائے گا۔

اس عظیم رَبّ نے انسان کو کیسے بنایا؟ ذرا تفصیل پڑھ کر دیکھیں کہ ہمارے اندر کیسا سائنسی نظام چل رہا ہے۔ شکر کے سجدے کرینگے اور علم حاصل کرنے کے بعد انسان شعوری سجدے کرتا ہے۔

اللہ ایک کُنۡ کہے تو ہمیں زمین میں دھنسا دے۔ ایک کُنۡ کہے تو اگلا سانس نہ آئے۔ ایک کُنۡ کہے تو کائنات ختم ہو جائے۔ ایک کُنۡ کہے تو ہر انسان سجدے میں جھک جائے۔ ہمارا کچھ بھی ہمارا نہیں ہے۔ ہم کس بات کے مالک بنے بیٹھے ہیں؟

الصُّوۡرِ: یہ وہی صور ہے کہ یہ جب پھونکا جائے گا تو سب کچھ ختم ہو جائے گا۔ پھر دوسری بار پھونکا جائے گا تو سب اُٹھ کھڑے ہو جائیں گے۔ اُس دِن ہماری آنکھوں سے غائب کے پردے ہٹ جائینگے۔

اَصل بادشاہت اللہ کی ہے۔ ہر چیز اُسی کے تابع ہے۔ ہمارے پاس ابھی بھی وقت ہے کہ اپنے آپ کو اُسی کے آگے جھکا دیں۔

ہمیں بے مقصد پیدا نہیں کیا گیا۔ یہ دُنیا ہماری امتحان گاہ ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں ہدایت عطا فرمائے اور ہدایت پر استقامت عطا فرمائے۔ آمین